OPEN ACCESS: “*EPISTEMOLOGY*”
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.9 Issue 10 December 2021

عصرِ حاضر میں معاشرے میں تشدد اور عدمِ برداشت کا بڑھتا ہوا رجحان: محرکات، اثرات اور تجاویز (اسلامی تعلیمات کے تناظر میں)

THE GROWING TREND OF VIOLENCE AND INTOLERANCE IN MODERN SOCIETY: MOTIVATIONS, EFFECTS, AND SUGGESTIONS IN THE LIGHT OF ISLAMIC TEACHINGS

Dr. Hafiz Muhammad Sani
Director, Seerah Chair, Head Department of Quran & Sunnah,
Wafaqi Urdu University, Abdul Haq Campus, Islamabad.

Mufti Bakht Shaid
Ph.D Scholar, Department o Hadith, International Islamic
University, Islamabad.

Abstract: Extremism, intolerance, and violence are the major problems of this era. Due to which there are fights، quarrels, and unrest in society. The main reason is not following of religious teachings. Because religion teaches love and kindness. When Hadrat Muhammad ﷺthe Prophet of Allah came to this world, the world was in darkness and ignorance. Violence and intolerance were on the rise. Cruelty was everywhere. HadratMuahammad ﷺTaught humanity peace، tolerance, love, and brotherhood. As a result of Hadrat Muhammad ﷺteachings and Tarbiyah (training), intolerance, voiolence and extremism was eradicated from the society. Today, Muslim society is also a victim of atrocities and injustices. Islamic teachings must be followed to end violence in society. In this article we discuss the reasons and effects of intolerance, and violence and suggesions about it in the light of Islamic teachings.

Key words: Hadrat Muhammad ﷺ, Islamic teachings, extremism, intolerance, violence.

اسلام ایک مکمل اور جامع نظامِ حیات ہے، جس میں زندگی کے ہر لمحے اور ہر مسئلے کا مکمل حل موجود ہے، مگر بد قسمتی سے امتِ مسلمہ بحیثیتِ مجموعی اسلام کی زریں تعلیمات وہدایات سے دور ہوتی جارہی ہے۔ عصرِ حاضر میں ہمارے معاشرے کو مختلف چیلنجز کا سامنا ہے، جن کا حل یا تو ہم دریافت نہیں کرتے یا حل تلاش کرنے میں اسلامی تعلیمات کو پسِ پشت ڈالدیتے ہیں،اور قرآن وسنت کی تعلیمات سے اپنے معاشرتی مسائل کے حل کے لئے خاطر خواہ راہنمائی حاصل نہیں کرتے، جس کے نتیجے میں ہمارے معاشرتی مسائل اور پریشانیوں میں روزافزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

موجودہ دور کے معاشرتی مسائل میں انتہائی پسندی، عدمِ برداشت اور تشدد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، ان عوامل کی بناء پر معاشرے میں فساد وبگاڑ اور لڑائی جھگڑے رونما ہوتے رہتے ہیں،اور کمزور طبقات براہِ راست ان مسائل کی زد میں آجاتے ہیں، جس کے نتیجے میں جہاں معاشرے سے باہمی الفت ومحبت،اخوت وبھائی چارہ اور امن وسکون ختم ہوتا جا رہا ہے وہاں بدامنی، انتشار وفسادات میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اقتصادی مسائل، سماجی ناہمواریوں اور معاشی ناانصافیوں کی وجہ سے مختلف مسائل جنم لے رہے ہیں۔ بعض لوگ انتہاپسندی کو مذہب کا خاصہ سمجھتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مذہب باہمی الفت ومحبت اور احسان وحسنِ سلوک کا درس دیتا ہے، اسلام نے دوسروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے، انہیں معاف کرنے اور خلافِ طبعیت امور میں برداشت سے کام لینے کی تعلیم دی ہے، یہاں تک کہ ظلم کرنے والے کو معاف کرنے پر بھی بڑی فضیلتیں آئی ہیں،اور کسی سے نفرت کرنے کی اجازت نہیں دی ہے،ان ابدی تعلیمات کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول، معاشرے سے بدامنی، منافرت، تشدد اور عدمِ برداشت کا خاتمہ ہے اور معاشرے میں امن وسکون اور احسان وحسنِ سلوک کی ترویج ہے، کیونکہ اسلام کی معاشرتی تعلیمات کی حقیقی روح امن، باہمی برداشت، صلح، بھائی چارہ، صبر اور معاف کرنے میں مضمر ہے۔ اور انہی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہی حقیقی پُرامن وپُرسکون معاشرہ وجود میں آسکتا ہے اور لوگوں کے بیشتر مسائل ومشکلات مستقل بنیادوں پر حل ہو سکتے ہیں۔ اس آرٹیکل میں معاشرے میں تشدد، انتہائی پسندی، عدمِ برداشت اور منافرت کے محرکات واثرات اور ان کے حل کے لئے ممکنہ تجاویز پیش کئے جائیں گے، تاکہ ترقی یافتہ اور پُرسکون معاشرے کی طرف پیش قدمی ہوسکے۔

یہ تاریخی، ابدی اور ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ دینِ اسلام امن و سلامتی کا داعی، تحمل، برداشت، عفو و درگذر، احترامِ انسانیت اور رواداری کا علمبردار ہے۔ اس کی نظر میں بنی نوع انسان کا ہر فرد بلا تفریقِ مذہب و ملت احترام کا مستحق ہے۔ وہ رنگ و نسل، بدامنی اور دہشت گردی، عدمِ برداشت اور انتہا پسندی کے ہر غیر اسلامی اور غیر انسانی جذبے سے یکسر پاک ہے۔ اسلام ''سلامتی'' اور ایمان ''امن'' سے عبارت ہے۔ اسلام نے دنیا کو امن و سلامتی اور احترامِ انسانیت کا درس دیا ہے۔ اس نے پرامن بقائے باہم کے لئے بلا تفریقِ مذہب و ملت، ''لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ''[1] کا نظریہ عطا کر کے غیر جانبداری، اعتدال پسندی اور امن و سلامتی کا فلسفہ عطا کیا۔ اسلام نے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ مسلمانوں کا رب سارے جہانوں کا رب ہے، اس کی بڑی صفت یہ ہے کہ وہ ''رحمٰن ورحیم'' ہے۔ انسانیت کے نام اس کے ابدی اور آفاقی پیغامِ ہدایت، قرآن کریم فرقان حمید کی پہلی سورۃ ہی الحمدللہ ..... کے بعد ''الرّحمٰن الرّحیم'' کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ اس کی تین سو سے زائد آیاتِ مبارکہ میں اللہ کی صفتِ رحمت کا ذکر ہے۔ انسانیت کے ہادیِ اعظم، سیّد عرب و عجم، پیغمبرِ آخر و اعظم، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ''رحمۃ للعالمین'' بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ، صبر و برداشت، عفو و درگذر، رواداری، میانہ روی اور اعتدال پسندی سے عبارت ہے۔ تشدد اور انتہا پسندی اسلام کی روح اور اسلامی تعلیمات کے منافی عمل ہے۔ غیروں اور اسلام دشمنوں کا تو رونا ہی کیا، آج اسلام اور پیغمبر اسلام ''رحمۃ للعالمین'' کے پیکر و کار اس خداداد مملکت میں جس طرح تشدد اور انتہا پسندی کا شکار ہیں، وہ حد درجہ قابلِ مذمّت اور لائقِ ترک عمل ہے۔

16 / اکتوبر 1945ء کو اقوام عالم کے نمائندوں نے یونیسکو (عالمی ادارہ برائے ثقافت وسائنس) کے منشور پر دستخط کئے۔ جس میں علاوہ دیگر مقاصد کے ایک مقصد یہ بھی شامل تھا:

"مفاہمت، یگانگت، برداشت اور رواداری کو افراد کے درمیان اور لسانی، سماجی، ثقافتی اور مذہبی گروہوں اور خودمختار قوموں کے درمیان بدرجہ اتم فروغ دینا ہماری ذمہ داری ہو گی، یونیسکو کا ادارہ اپنے اس عہد کی تکمیل کے لئے یعنی امن، اخوت، محبت، آشتی اور برداشت کو عام کرنے کے لئے اپنی رکن حکومتوں پر برابر زور دیتا رہتا ہے کہ ہم نے جو عہد نصف صدی پہلے کیا تھا اسے پورا کرنے کے لئے مستعدی سے اپنا کردار ادا کریں۔

16/اکتوبر1995ء کو جب اس عہد نامے کے پچاس سال پورے ہو گئے تو دنیا بھر میں برداشت اور رواداری کا دن منایا گیا اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی اور اس کے پیغام کو دور دور تک پھیلانے کے لئے ابلاغ کے ذرائع استعمال کئے گئے۔"

یونیسکو کا قیام اور اس کے منشور کی منظوری اس لئے ناگزیر تھی کہ دنیا دوسری عالمی جنگ کے باعث اپنے خون میں نہا کر نکلی تھی اور اپنے کھنڈر پر نظر ڈالتے ہوئے ایک نئے عہد کی تعمیر کو لازمی سمجھ رہی تھی، اس نے یہ بھی سیکھا تھا کہ جنگجو عدمِ برداشت کا نتیجہ ہے کسی مسئلے کا حل نہیں۔ مسائل افراد کے درمیان ہوں یا اقوام کے درمیان ان کا حل امن، صلح، برداشت اور رواداری میں ہے۔[2]

تشدد اور عدمِ برداشت۔۔۔بین الاقوامی چیلنج

اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ برداشت اور رواداری رواں صدی کا قومی اور بین الاقوامی سطح پر تمام ممالک اور مذاہب کا مشترکہ مسئلہ اور حل طلب موضوع ہے۔برداشت اور رواداری کے عملی اظہار اور اس کے نفاذ کی جتنی ضرورت عہدِ حاضر میں محسوس کی جا رہی ہے وہم خفی نہیں۔تاہم برداشت، ضبط و تحمل اور رواداری کے بلند بانگ دعووں اور تقاضوں کے باوجود یہ بھی ایک عملی حقیقت ہے کہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر عدم برداشت کا جو عملی مظاہرہ موجودہ دور میں نظر آ رہا ہے وہ عہدجدید کی مہذب دنیا کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے۔ جس میں نسلی امتیاز، انسانی حقوق، علاقائی، قومی، مذہبی اور فرقہ وارانہ منافرت اورمذہبی تعصب وتنگ نظری، برداشت، تحمل اور رواداری کے طالب ہیں۔

قومی سطح پر عدم برداشت کا عملی مظاہرہ بدقسمتی سے ہماری موجودہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ چنانچہ آج مذہبی،مسلکی، علاقائی، نسلی، لسانی اور فرقہ وارانہ تعصبات اور اس کے نتیجہ میں دہشتگردی، قتل و غارت گری اور قیمتی انسانی جانوں کا ضیاع حد درجہ قابلِ مذمت اور افسوس ناک عمل ہے۔ عدمِ برداشت کے فقدان کے باعث قومی سطح پر لسانی اور فرقہ وارانہ تعصبات کی بنیاد پر تادمِ تحریر ہزاروں قیمتی انسانی جانوں کا ضیاع ہو چکا ہے اور یہ عمل ایسے ملک میں رونما ہو رہا ہے جو خالصتاً اسلامی نظریے کے تحت وجود میں آیا۔ اسلام اور

پیغمبرِ اسلام ﷺ کے نام لیواوں کے لئے عدم برداشت کا یہ عمل حد درجہ افسوس ناک ہے۔اسلام تو ہمیں یہاں تک تعلیم دیتا ہے:

"﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾"[3]

"تم برانہ کہو جن معبودانِ باطلہ کی یہ لوگ اللہ تعالی کو چھوڑ کر پرستش کرتے ہیں، کہ یہ لوگ اللہ تعالی کو بے ادبی سے بن سمجھے برا کہہ بیٹھیں۔"

جب کہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ امت محمد ﷺ رحمن و رحیم کی راہنما ہدایات و تعلیمات کو فرام و شکر کے فرقہ وارانہ تعصبات اور رنگ و نسل کے تنازعات میں پڑ کر عدم برداشت کے قابلِ مذمت اور واجب الترک راستے پر گامزن ہے۔علامہ محمد اقبال مرحومؒ نے کیا خوب کہا:

فرقے ہیں کہیں، کہیں ذاتیں ہیں		کیازمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں[4]

قومی سطح پر عدم برداشت کے افسوس ناک رجحان کے نتیجہ میں ملک میں دہشتگردی، قتل وغارت گری، نسلی اور لسانی عصبیت، مذہبی منافرت اور خودکشی و خودسوزی جیسے واقعات ہماری روز مرہ زندگی کا لازمی حصہ بن چکے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر عدم برداشت کے مناظر دنیا کے ہر خطے میں عام ہیں۔ تاہم عدم برداشت کے نتیجہ میں ظلم و بربریت اور سفاکی و درندگی کا شکار ہونے والے بیشتر خطوں کے باشندے رسولِ رحمت ﷺ کے نام لیوا اور امتی ہیں۔ چنانچہ آج مغرب کی انسانی حقوق، تہذیب و تمدن، برداشت اور رواداری کی علمبردار دنیا عدم برداشت اور اسلام دشمنی کے موروثی نظریات کے تحت دوہرا معیار قائم کئے ہوئے ہے۔اسلامی خطوں اور مسلم اقلیتوں پر عدم برداشت کے عمل کے نتیجہ میں کشمیر، فلسطین، عراق، بوسنیا، کوسووو پر جارحیت اور سفاکی و درندگی کا وحشیانہ رقص ابلیس جاری ہے۔ گزشتہ صدی میں دو عظیم عالمگیر جنگوں کے بعد عدم برداشت کے افسوس ناک رویہ کے نتیجہ میں انسانی دنیا تیسری عالمی جنگ کے دہانہ پر کھڑی ہے۔

تشدد اور عدمِ برداشت کے اثرات: مختصر تاریخی جائزہ

عدم برداشت کے بین الاقوامی رجحان کے نتیجہ میں انسان دوستی اور عالمی امن کی علمبردار مغربی دنیا نے چودہ(14)اگست 1914ء کو جنگ عظیم اول کا میدان جنگ گرم کیا جو بعدازاں 1565 دنوں تک جاری رہی جس میں

ہلاک ہونے والوں کی تعداد تقریباً 9 ملین، شدید زخمی ہونے والوں کی تعداد 22 ملین، اپاہج اور معذور ہو جانے والوں کی تعداد 25 ملین بتائی جاتی ہے۔ یہ اعداد و شمار میدان جنگ کے ہیں۔ جبکہ شہروں میں مرنے اور زخمی ہونے والے افراد کی تعداد جنگ سے کہیں زیادہ ہے۔[5]

عدمِ برداشت کے بین الاقوامی رجحان کے نتیجہ میں ہونے والی مذکورہ جنگ میں ساڑھے چھ کروڑ افراد دھکیلے گئے، ایک کروڑ فوجی میدانِ جنگ میں مارے گئے۔ ڈیڑھ کروڑ شہری قتل ہوئے۔ دو کروڑ سے زائد افراد دائمی معذور ہوئے۔ لاکھوں بچے یتیم ہوئے۔ پچاس لاکھ عورتیں بیوہ ہوئیں، لاکھوں عورتیں، بچے، فوجی اور شہری لاپتہ ہوئے۔[6] جبکہ دوسری عالمی جنگ میں 35 ملین انسان ہلاک ہوئے، 20 ملین ہاتھ پاؤں سے معذور ہوئے، 17 ملین لیٹر خون زمین پر بہایا گیا۔ 12 ملین حمل ساقط ہوئے، 13 ہزار پرائمری، سیکنڈری اسکول، 6 ہزار یونیورسٹیاں، اور 8 ہزار لیبارٹریاں ویران و برباد ہو گئیں۔[7]

1945ء میں جاپان پر امریکہ کی طرف سے دو چھوٹے بم گرائے گئے جس کے نتیجے میں ہیروشیما میں ستر ہزار لوگ جبکہ ناگاساکی میں چالیس ہزار افراد ہلاک ہوئے اور اتنی ہی تعداد زخمیوں کی بھی تھی۔[8]

بین الاقوامی سطح پر عدم برداشت کا عملی مظاہرہ ایک موقع پر اس وقت دیکھنے میں آیا جب مغرب کی مہذب دنیا کے اتحادی ممالک نے عراق کے خلاف جنگ کے بیالیس دنوں میں آٹھ ہزار ٹن بارود برسایا جو ہیروشیما پر گرائے جانے والے بارود سے ساڑھے سات گنا زیادہ تھا۔ امریکی وزارت خارجہ پنٹاگون کے مطابق اس جنگ میں ایک لاکھ دس ہزار بم برسائے گئے یعنی اس جنگ میں بیالیس دنوں میں اوسطاً دو منٹ میں ایک بم استعمال ہوا۔ عدمِ برداشت کے بین الاقوامی رجحان کی بدترین مثال اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا چھ اگست 1990ء کا فیصلہ اس سے بھی زیادہ بھیانک نتائج لایا جس کے نتیجہ میں عراق پر تجارتی پابندی عائد کئے جانے کے نتیجہ میں پانچ سال کی مدت میں وہاں کے پانچ لاکھ افراد لقمہ اجل بن گئے، ان کے علاوہ ساڑھے تین لاکھ ایسے چھوٹے بچے جن کی عمر پانچ سال تک تھی وہ بھی موت کے شکار ہوئے۔[9]

تشدد اور عدمِ برداشت۔۔۔ عہدِ نبوی کا تاریخی جائزہ

اسلام، پیغمبرِ اسلام اور عہدِ نبوی کی فتوحات پر اعتراض اور نکتہ چینی کرنے والی مغرب کی مہذب دنیا کے لئے عدم برداشت کے عمل کے نتیجہ میں انسانی جانوں کا اتنا بڑا نقصان تازیانہ عبرت ہے، جنگ عظیم اول، جنگ عظیم دوم، ناگاساکی،

ہیروشیما اور عراق پر جنگ مسلط کرنے والوں کو عہدِ نبوی کی فتوحات پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ اسلامی دنیا کے معروف محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے عہد نبوی کے غزوات و فتوحات اور جنگی مہمات کے مکمل اعداد و شمار ذکر کرئے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"رسالت مآب ﷺ کی وفات کے وقت مدینہ ایک شہری مملکت نہیں بلکہ ایک وسیع مملکت کا دارالسلطنت تھا، اس وسیع سلطنت کا تاریخی رقبہ شواہد کی رو سے تین ملین یعنی تیس لاکھ مربع کلو میٹر بن چکا تھا۔ دوسرے الفاظ میں دس سال تک اوسطاً روزانہ کوئی آٹھ سو پینتالیس (845) کلو میٹر علاقے کا ملک کے رقبہ میں اضافہ ہوتا رہا۔ سلطنت کی یہ توسیع کچھ تو پرامن ذرائع سے ہوئی اور کچھ جنگوں کے نتیجہ میں، آنحضرت ﷺ کے غزوات و سرایا کے متعلق دیگر تفصیلات کے علاوہ مقتولین اور شہداء کے اعداد و شمار بھی ہمارے سامنے موجود ہیں۔ دس سال میں ایک سو بیس مہینے ہوتے ہیں تو ایک سو بیس کے دوگنے دو سو چالیس آدمی بھی ان لڑائیوں میں نہیں مرے۔ دشمن کے مقتولین کی تعداد اس سے کم تھی، مسلمانوں کے شہداء کی تعداد دشمن کے مقتولوں سے بھی کم تھی۔ بہر حال بحیثیتِ مجموعی میدانِ جنگ میں قتل ہونے والے دشمنوں کی تعداد مہینے میں دو سے بھی کم ہے۔"[10]

اس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ واقعی رحمۃ للعالمین تھے اور آپ ﷺ کی دی ہوئی ہدایات میں رواداری، برداشت اور عدمِ تشدد کی نہ صرف تاکید کی گئی ہے، بلکہ آپ ﷺ نے خود اس کا عملی نمونہ بن کر بھی دکھایا۔

تشدد اور عدمِ برداشت کے بنیادی اسباب:

عصرِ حاضر میں تشدد اور عدمِ برداشت کے رجحان میں نمایاں اضافہ ہوا ہے، امن کے راگ الاپنے والی عالمی طاقتوں کے ظلم و تشدد کا نشانہ تو مسلم امہ بنی ہی ہے جبکہ خود اندرونی طور پر بھی مسلمان اس عفریت کے شکار ہیں، مسلم معاشروں میں اس طرح کے واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں جو نہایت دلسوز اور دلخراش ہیں، جس کی وجہ سے مسلم معاشرے کا امن و سکون، الفت و محبت اور ایثار و ہمدردی کے جذبات ماند پڑ گئے ہیں، ذیل میں مسلم معاشرے میں تشدد اور عدمِ برداشت کے چند اہم اسباب کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

اخلاقِ نبوی ﷺ سے دوری:

تشدد اور عدمِ برداشت کے بڑھتے ہوئے رجحانات میں سب سے بنیادی سبب رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور اخلاقِ عالیہ سے دوری ہے۔ ہادی آخر و اعظم، سید عرب و عجم، رحمت عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں

آپ کی پوری حیات طیبہ برداشت، رحمت و رافت، صبر وضبط، عفوودر گزر، اور رواداری و تحمل و برداشت سے عبارت ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حسن اخلاق کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔ قرآن کا بیان ہے: "﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾"[11] "بے شک آپ اخلاق کے اعلی مرتبہ پر ہیں۔"

آپ ﷺ کی سیرت اور حیاتِ طیبہ کا ہر شعبہ امتِ مسلمہ کے لئے مثالی راہ عمل اور لائقِ اتباع ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾"[12]"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ ایک بہترین نمونہ ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان آیتِ کریمہ: "﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾"[13] کی تفسیر میں امام بخاری نے نقل کیا ہے رحمت عالم ﷺ کے متعلق فرمایا گیا:

"أنت عبدي ورسولي، سميتك المتوكل ليس بفظ ولا غليظ، ولا سخاب في الأسواق، ولا يدفع بالسيئة السيئة، ولكن يعفو ويغفر، ولن يقبضه الله حتى يقيم به الملة العوجاء، بأن يقولوا: لا إله إلا الله، ويفتح بها أعينا عميا، وآذانا صما، وقلوبا غلفا۔"[14]

"تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ رحمت عالم نہ سخت کلام ہیں، نہ سخت طبیعت، نہ بازار میں شور کرنے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے لینے والے ہیں۔ وہ معاف کرتے اور درگزر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں ہرگز اس دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک وہ ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہیں کریگا کہ وہ دل سے' لا الٰہ الا اللہ' کہنے لگیں تاکہ ان کی بند آنکھیں اور بہرے کان اور پردہ پڑے ہوئے دل کھل جائیں۔"

مولانا ابو الکلام آزاد پیغمبر رحمت، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و رافت، برداشت و رواداری اور عفوو درگزر کے متعلق کیا خوب لکھتے ہیں:

"مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم، معاملہ میں راستبازی، اور طاقت و اختیار میں عفودرگزر، برداشت و رواداری، تاریخ انسانیت کے وہنوادر ہیں جو کسی ایک زندگی کے اندر اس طرح کبھی جمع نہیں ہوئے۔"[15]

مشرکینِ مکہ، منافقینِ مدینہ اور یثرب کے یہودیوں نے آپ کو جیسا کچھ ستایا اور گوناگوں تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں ہیں ان کا اندازہ آپ کے حسب ذیل بیان سے لگایا جا سکتا ہے:

"لَقَدْ أُوذِيت فِي اللهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَد"[16] "مجھے اللہ کے راستے میں ایسا ستایا گیا ہے (انبیاء میں) کوئی نہیں ستایا گیا۔"

ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد "عرب کا چاند" میں لکھتا ہے:

"آپ کے اس عدیم المثال حکم سے جو آپ نے اپنے لشکر کو دیا ایسی محبت اور ہمدردی ٹپکتی ہے کہ اس کے تصور سے آج بھی انسان کے اخلاقی احساس میں ایک عجیب و غریب رفعت و وسعت پیدا ہوتی ہے... جذبات صلح و آشتی اور برداشت کا ایسا بدیع المثال نمونہ تاریخ کے صفحات پیش کرنے سے قاصر ہیں۔"[17]

لہٰذا امتِ مسلمہ کے تمام مسائل بالخصوص تشدد اور عدمِ برداشت کے بڑھتے ہوئے رجحان کا اصل اور بنیادی حل یہی ہے کہ مسلمانانِ ملک رسولِ خدا ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کو اپنے لئے راہِ مشعل بنا کر دوسروں کے ساتھ محبت، ہمدردی اور نرمی کا معاملہ کریں۔

پُر تشدد رویوں کا بڑھتا ہوا رجحان... فلموں اور ویڈیو گیمز (میڈیا) کا کردار

موجودہ دور میں میڈیا محض ذریعہ ابلاغ نہیں رہا بلکہ انسانوں کے رویوں، جذبات و احساسات اور افکار و خیالات کو کنٹرول کرنے کا آلہ بن چکا ہے، اس کے نتیجے میں لوگوں کے افکار کو تبدیل کیا جاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے مثبت اثرات کے مقابلے میں منفی اثرات کہیں زیادہ ہیں۔ ان منفی اثرات میں تشدد اور عدمِ برداشت بھی ہے، بعض پروگرامز ایسے ہوتے ہیں جن سے لوگوں کے اندر اشتعال اور تشدد کے رجحانات ابھرنے لگتے ہیں۔ ایسے ویڈیو گیمز جن میں لڑائی جھگڑوں کا کھیل ہوتا ہے، ان سے بچوں کے اذہان میں تشدد اور عدمِ برداشت کے رویوں کا رجحان بڑھنے لگتا ہے، اور دوسروں کو شکست دینے کے لئے کسی بھی حد تک جانے کے جذبات ان میں ابھرتے ہیں، جس کے نتیجے میں بچپن ہی سے مزاج میں تشدد اور عدم پیدا ہوتا ہے۔

American Academy of Child and Adolescent Psychiatry (AACAP) نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ جو بچے میڈیا پر پر تشدد پروگرامز دیکھتے ہیں وہ عملی زندگی میں پر تشدد کارروائیاں کرنے لگتے ہیں۔اور اس طرح کے پروگراموں کے نتیجے میں انچوں میں پر تشدد رویے پروان چڑھتے ہیں۔[18]

اسی طرح ویڈیو گیمز میں اسلحہ چلانے کا کھیل ہوتا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں دوسرے افراد کو مارنے کا رویہ پروان چڑھنے لگتا ہے، اور اس طرح ان کا میلان تشدد اور عدمِ برداشت کی جانب بڑھتا ہے، جو عملی زندگی میں بھی نمودار ہونے لگتا ہے۔کارٹون بینی پر کی جانے والی ایک نفسیاتی تحقیق کے مطابق اس کے چند منفی نتائج حسبِ ذیل ہیں:

1: کارٹون دیکھنے والے بچوں میں بے حسی پیدا ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں انہیں دوسروں کی تکلیف اور دکھ درد کا احساس نہیں رہتا۔

2: پُر تشدد کارروائیوں کا مشاہدہ کرنے سے بچوں میں جھگڑوں اور تشدد کی عادت پڑ جاتی ہے۔

3: کارٹون بینی اور ویڈیو گیمز کے عادی بچوں میں لڑائیوں جھگڑوں اور تشدد کے رویے پروان چڑھتے ہیں۔[19]

اس رپورٹ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں تشدد اور عدمِ برداشت کے بڑھتے ہوئے رویوں میں میڈیا کا کتنا زیادہ کردار ہے، لہٰذا میڈیا کے ایسے پروگرامز سے نہ صرف اجتناب کی ضرورت ہے بلکہ ان پر پابندی لگانا بھی ضروری ہے جن کے نتیجے میں تشدد اور عدمِ برداشت کے رجحانات بڑھتے ہیں کیونکہ مستقبل میں یہ ہمارے معاشرے کا ایسا مسئلہ بن سکتا ہے جس پر قابو پانا نہایت مشکل ہوگا۔

تربیت کا فقدان

معاشرے میں تشدد اور عدمِ برداشت کے بڑھتے ہوئے رویوں کا ایک بنیادی سبب تربیت کی کمی اور اس طرف عدمِ توجہ ہے، حالانکہ ہم جس دین کے نام لیوا ہیں اس میں تربیت کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو کہ انسانیت کے مربی اور معلم ہیں جنہوں نے خود فرمایا: "إنَّمَا بُعِثْتُ لأُتَمِّمَ صَلاحَ الأَخْلاقِ."[20] "مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے تاکہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں۔"

قرآن کریم نے حضور خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں تربیت اور تزکیہ کو بطورِ خاص ذکر فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تربیت ہی تھی جس کے نتیجے میں عرب کے جنگجو اور شورش زدہ معاشرے نے ترقی کے منازل طے

کئے اور دنیا کے لئے مثالی معاشرہ بن کر تا قیامت مثالی حیثیت اختیار کر لی۔ اس معاشرے کی بنیاد میں نبوی تربیت کارفرما تھی، حضورِ اکرم ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پر امن رہنے اور تشدد سے اجتناب کی تلقین فرمائی۔ انسانیت پر تشدد اور زیادتی تو درکنار آپ ﷺ نے جانوروں پر بھی تشدد کو روا نہیں رکھا۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو حسنِ سلوک کرنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"دخلت النار امرأةٌ من جراء هرة لها ربطتها فلا هي أطعمتها ولا هي أرسلتها ترم من خشاش الأرض حتى ماتت هزلا"[21]

"ایک عورت بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو گئی کیونکہ اس نے بلی کو باندھ کر رکھا تھا جس کو نہ خود کھلاتی تھی اور نہ ہی اسے چھوڑتی تھی کہ وہ گھاس وغیرہ کھائے یہاں تک کہ وہ بھوکی مر گئی۔"

اندازہ لگائیے جس پیغمبر نے اپنے صحابہ کی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ بلی پر بھی تشدد نہ کریں ورنہ آخرت میں اس کی سزا بھگتنی ہو گی اس کی امت اور نام لیواوں کو تشدد سے کس قدر اجتناب کرنا لازمی ہے۔ مگر ہمارے معاشرے میں تربیت کے فقدان کے نتیجے میں بگاڑ اور فساد پھیل چکا ہے اور ہر طرف انارکی وافراتفری پھیلی ہے، جس کا علاج اسوہ نبوی ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے افرادِ معاشرہ کی تربیت و کردار سازی ہے۔ حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس بات پر گواہ ہوں کہ میں نے بذاتِ خود آپ ﷺ سے سنا:

"إن الله يعذب الذين يعذبون الناس في الدنيا"[22]

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دیں گے جو دنیا میں دوسروں کو تکلیف اور سزا دیتے ہیں۔"

سرورِ کائنات ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہر ایسے اقدام سے منع فرمایا جس میں کسی پر تشدد کیا جاتا ہو۔ ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ ایک بوڑھے نے اپنے خادم کو منہ پر تھپڑ مارا، سوید بن مقرن نے کہا کہ ہماری ایک خادمہ تھی جس کو ہم میں سے ایک شخص نے تھپڑ مار دی:

"فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُعْتِقَهَا"[23]

"رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ اس خادمہ کو آزاد کر دو۔"

رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سے تشدد کے خاتمے کے لئے اس طرح کے عملی اقدامات کئے تاکہ آئندہ کے لئے اس کا مکمل سدِ باب ہو سکے۔ ایک مرتبہ امہات المومنین کے پاس بہت سی عورتیں اپنے خاوندوں کی شکایت کرنے آئیں، جس

پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "حضرت محمد ﷺ کے گھر والیوں کے پاس بہت سی عورتیں جمع ہو گئیں جو اپنے شوہروں کا شکوہ کر رہی تھیں، یہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔"[24]

رحمۃ للعالمین ﷺ نے عورتوں پر تشدد کرنے والوں کو اچھے لوگوں کی فہرست سے نکال کر اس کا سدِ باب فرمایا۔ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عملی تربیت اس نہج پر فرمائی کہ وہ تشدد اور عدمِ برداشت سے باز آکر عفو و درگزر کرنے والے اور دوسروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والے بن گئے۔ رسول اللہ ﷺ خود سراپا رحمت و شفقت تھے اور اپنی امت کو بھی رحمت، نرمی اور درگذر کی تعلیم فرمائی۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ فَقَدْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الخَيْرِ، وَمَنْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ فَقَدْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنَ الخَيْرِ."[25]

"جس شخص کو نرمی ملی تو اس کو خیر مل گئی اور جو شخص نرمی سے محروم ہوا تو وہ خیر سے بھی محروم ہو گیا۔"

دوسروں پر شفقت اور نرمی کرنے اور تشدد سے باز آنے کی عملی مثال حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مثالی کردار اور واقعہ ہے جو کتبِ احادیث میں مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک غلام کو تھپڑ مار دیا، پھر رونے لگا اور اس سے کہا کہ آپ مجھ سے بدلہ لے لیں، اس نے کہا: میرے آقا، میں آپ سے بدلہ نہیں لوں گا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: ہر گناہ کو اللہ تعالیٰ فرما لیتے ہیں مگر منہ پر تھپڑ مارنا ناقابلِ معافی ہے۔[26]

یہ اس زمانے کی حالت تھی اور مثالی تربیت کے اثرات تھے کہ اپنے غلام کو تھپڑ مارنے پر اس سے بھی معافی مانگی جاتی تھی، جب افرادِ معاشرہ کی تربیت اس نہج پر ہوئی ہو تو اس معاشرے میں تشدد کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لٰہذا موجودہ زمانے میں معاشرے سے تشدد کے خاتمے کے لئے ضروری ہے کہ نبوی ﷺ اقدامات اور ہدایات کی روشنی میں افراد کی تربیت اور کردار سازی کی جائے۔

عدمِ برداشت کے معاشرتی اثرات اور اس کا تدارک:

تشدد اور عدمِ برداشت کے نتیجے میں مسلم معاشرہ انارکی کا شکار ہے، ہر طرف افراتفری اور انتشار کا سماں ہے، کسی شخص کو دوسرے کی بھلائی اور خیر خواہی کی کوئی فکر اور خیال نہیں، صرف بے اعتنائی اور لاپرواہی نہیں بلکہ لڑائی

جھگڑے، بدامنی اور بے چینی نے مسلم معاشرے میں پنجے گاڑھ رکھے ہیں، جس معاشرے کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے اخوت اور بھائی چارے پر رکھی تھی وہ وہ معاشرہ آج تشدد اور عدم برداشت کے نتیجے میں خلفشار کا شکار ہے۔ عدم برداشت کے نتیجے میں گھر سے لے کر محلے، شہر اور ملک تک ہر طرف اختلافات کا سماں ہے جس کے نتیجے میں امت مسلمہ کا شیرازہ بکھر چکا ہے، اور ہم بحیثیتِ قوم زوال کے شکار ہیں، حالانکہ قرآن کریم نے ہمیں متفق و متحد رہنے کی تاکید فرمائی ہے اور انتشار وافتراق سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾"[27]

"تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کے دین پر مضبوطی سے قائم رہو، اور اختلاف نہ کرو، اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان یاد کرو کہ جب تم آپس میں دشمن تھے تو اس نے تمہاری دلوں میں الفت پیدا کی، چنانچہ اب اس کے فضل سے تم بھائی بن گئے۔"

دوسرے مقام پر قرآن کریم نے مسلمانوں کو نزاع اور لڑائی جھگڑوں سے منع فرمایا ہے اور اس عمل کے نتیجے میں کمزوری اور بزدلی کا شکار ہونے کا بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"﴿ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾"[28]

"اور باہم اختلاف اور جھگڑے نہ کرو ورنہ کمزور پڑ جاوگے اور تمہاری طاقت نہ رہے گی۔"

لہٰذا مسلمانوں کے اتحاد واتفاق برقرار رکھنے اور باہمی لڑائیاں جھگڑے، افتراق وانتشار کے خاتمے کے لئے ضروری ہے کہ تشدد سے پرہیز کیا جائے، صبر، استقامت اور برداشت سے کام لیا جائے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کی جائے۔

اُسوہ نبوی ﷺ کی پیروی

حقیقت یہ ہے کہ برداشت، رحمت و رافت، حلم و بردباری، عفوودرگزر، چشم پوشی اور خوش خلقی، غرض ان تمام اخلاق جمیلہ کے عطر کا نام جن میں شان جمال پائی جاتی ہے آپ کی ہی ذات ستودہ صفات میں بدرجہ کمال و تمام موجود تھیں۔ یہی برداشت، رحمت و رافت، رفق و تلطف اور نرم دلی و نرم خوئی ہے جس سے انسان کا اخلاقی حسن دوچند ہو جاتا ہے۔

"معجم طبرانی" میں منیب غامدی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو دیکھا آپ لوگوں کو یہ فرماتے تھے۔ اے لوگو! 'لا الٰہ الاّ اللہ' کہو فلاح پا جاؤ گے مگر بعض بدنصیب تو آپ ﷺ کو گالیاں دیتے تھے اور آپ پر تھوکتے تھے، اور بعض آپ پر خاک ڈالتے، اسی طرح دوپہر ہو گئی اس وقت ایک لڑکی پانی لے کر آئی اور آپؐ کے چہرہ انور اور دست اقدس کو دھویا میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا! یہ آپؐ کی صاحبزادی زینبؓ ہیں۔ بخاری نے اس حدیث کو مختصراً اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حارث بن حارث غامدی سے بھی مروی ہے اس میں اس قدر اور اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا! اے بیٹی تو اپنے باپ کے مغلوب اور بے عزت ہونے کا خوف مت کر۔"[29]

عفوودرگزر سے کام لینا

انسان کے ذخیرہ اخلاق میں سب سے کمیاب اور نادر الوجود شے دشمنوں پر رحم، ان سے عفوودرگزر ہے، لیکن پیغمبر رحمت محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں یہ جنس فراواں تھی، اپنے دشمن سے انتقام لینا انسانی فطرت کا لازمی حصہ ہے لیکن یہی فطرت رحمت عالم ﷺ کی سیرت طیبہ اور تعلیمات میں معدوم نظر آتی ہے۔ آپ نے اپنے بدترین اور انسانی تاریخ کے مثالی دشمنوں سے حسن سلوک، برداشت و رواداری اور عفوودرگزر کا عملی مظاہرہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آپ دونوں جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ ہادی آخر و اعظم، سید عرب وعجم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ دین اور اعلاء کلمۃالحق کی پاداش میں مشرکین مکہ کے سخت ترین مظالم اور ایذاء رسانی کے باوجود برداشت اورعفوو درگزر کا حکم ہوا۔

"﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾"[30]

"خوب معاف کرو، دوسروں کو نیکی کا کہو اور جاہلوں سے کنارہ کرو۔"

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا:

"﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ﴾"[31]

"اے پیغمبر ﷺ! بری بات کے جواب میں وہ بات کہیں جو بہتر ہو، ہم خوب جانتے ہیں جو یہ بتاتے ہیں۔"

برداشت، صبر وضبط اوراعراض کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادمبارک ہے:

"«ليس الشديد بالصرعة، إنما الشديد الذي يملك نفسه عند الغضب»"[32]

"وہ شخص پہلوان نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑدے، بلکہ حقیقی پہلوان اور قوی وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھتے ہوئے برداشت سے کام لے۔"

یوں تو آپ کی پوری حیات طیبہ کفار و مشرکین اور دشمنوں سے حسن سلوک، برداشت، عفوودر گزر اور رواداری سے عبارت ہے لیکن اس کا اہم موقع "فتح مکہ" ۱۰ر رمضان ۸ھ جنوری ۶۳۰ء ہے کہ جب حضوراکرم ﷺ کو اپنے دشمنوں پر کامل اختیار و اقتدار حاصل تھا جب صحن کعبہ میں اسلام، پیغمبر اسلام، اور جاں نثاران اسلام کے دشمن گروہ در گروہ سر جھکائے کھڑے تھے، کیسے دشمن؟ جنہوں نے جگر گوشہ رسول کا حمل اپنے نیزوں سے گرایا۔ جنہوں نے داعی اسلام کے سر مبارک کو شانہ مقدس سے جدا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا، جنہوں نے آپ کے چچا کا کلیجہ دانتوں سے چبایا جنہوں نے ہر موقع پر آپ کو بدنام کرنے اور اذیت رسانی میں کوئی دریغ نہیں کیا تھا لیکن آپ نے فتح مکہ کے موقع پر تمام روایات، خدشات اور توقعات کے برعکس برداشت اور عفوودر گزر کے اسوہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے فرمایا: "تم پر کوئی ملامت نہیں تم سب آزاد ہو۔

خلاصہ بحث

تشدد، انتہا پسندی اور عدمِ برداشت عہدِ حاضر کے اہم ترین اور حساس موضوعات میں سے ہیں، قومی اور بین الاقوامی سطح پر ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہم اس رسول عربی، پیغمبرِ رحمت ﷺ کے امتی ہیں، جنہیں قرآن کریم نے رؤف الرحیم اور رحمۃللعالمین بنا کر مبعوث فرمایا، آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ہر گوشہ اور اسوۂ حسنہ کا ہر پہلو صبر و برداشت، عفوودر گزر، تحمل و بردباری اور رواداری سے عبارت ہے، میثاقِ مدینہ، صلح حدیبیہ، فتح مکہ اور معاہدۂ نجران سیرتِ طیبہ کے وہ تاریخی شاہکار ہیں، جن سے رسول اکرم ﷺ کی اعتدال پسندی، تحمل و برداشت، بردباری اور رواداری کا پتہ چلتا ہے، سیرتِ طیبہ کے یہ وہ تاریخی اور اہم موڑ ہیں جو انسان دوستی، تحمل و برداشت، احترام انسانیت، پر امن

بقائے باہم، غیر جانبداری اور امن و سلامتی کا پیغام دیتے نظر آتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے حوالے سے یہ ایک تاریخی نکتہ اور ناقابل تردیدِ حقیقت ہے کہ آپ ﷺ نے دنیا میں امن، رواداری، انسان دوستی اور احترامِ انسانیت کے کلچر کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ آج معاشرے سے فرقہ واریت، تشدد، عدم برداشت، مذہبی، لسانی، گروہی اور علاقائی منافرت اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے تعلیماتِ نبوی ﷺ کو عام کرنے، سیرتِ طیبہ کو فروغ دینے اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ یہی ہمارے آج اور ہر عہد کے مسائل کا حل ہے۔ اسی میں ہماری فلاح اور نجات ہے۔ اس کی پیروی کر کے ہی ہم دنیا میں اپنا کھویا ہوا مقام پا سکتے ہیں۔ یہی امن و سلامتی کی یقینی ضمانت ہے۔

تجاویز و سفارشات

1۔ پیغمبر رحمت، محسن انسانیت ؑ کی حیاتِ طیبہ اور تعلیماتِ مبارکہ صبر و برداشت، عفو و درگزر، حلم و برُدباری اور رواداری سے عبارت ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس وہ حسنہ کی اتباع میں اس حساس مسئلے میں آپ ﷺ کی پیروی کی جائے۔ اسوہ نبوی ﷺ اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

2۔ تمام مسالک کے علمائے کرام اسلام کے پیغام امن و سلامتی کو عام کریں۔ تحمل و برداشت اور رواداری کے کلچر کو فروغ دیں۔

3۔ تحریر و تقریر میں فرقہ وارانہ امور پر گفتگو سے گریز کیا جائے۔ تحریر و تقریر میں ''لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ'' کے اصول پر عمل کیا جائے۔

4۔ دہشتگردی، فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ ملک میں قرآن و سنت اور اسلامی شریعت کا نفاذ کیا جائے، قصاص و دیت کے قوانین اور حدود و تعزیرات کے نظام کو مؤثر اور مربوط بنایا جائے۔

5۔ اپنے مسلک کو چھوڑو مت اور دوسروں کے مسلک کے چھیڑو مت، بہ الفاظ دیگر جیو اور جینے دو، کے فلسفے پر عمل کیا جائے۔

6۔ غربت، جہالت، تشدد پسندی، منافرت اور لاقانونیت کا خاتمہ کیا جائے، ملک میں عدل و انصاف کے قیام اور قانون کی بالادستی کو یقینی بنایا جائے۔

7۔اسلام دوستی، حب الوطنی، دینی اور ملی یگانگت کے جذبے کو فروغ دیا جائے۔ لسانی، گروہی، علاقائی اور مذہبی منافرت، تعصبات اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے موئثر اقدامات کیے جائیں۔

8۔فرقہ واریت، انتہا پسندی، مذہبی منافرت کے خاتمے کے لیے قرار دادِ مقاصد اور ملت کے جلیل القدر علمائے کرام کے متفقہ بائیس(22) نکات پر عمل کو یقینی بنایا جائے۔

9۔وفاقی وزارت مذہبی امور ایک مرکزی ادارہ ہے۔ وہ مذہبی امور میں عوام کی راہنمائی کرے، اتحاد بین المسلمین، فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے مختلف مکاتب فکر کی قومی اور ملک گیر سطح پر ایک مرکزی کمیٹی قائم کی جائے۔ جو مسلمانوں میں صبر و برداشت، تحمل و بردباری اور رواداری کو فروغ دے۔

10۔ زندگی کے ہر شعبے اور بندگی کے ہر گوشے میں پیغمبر رحمت ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے، عفوودرگزر، صبر برداشت اور تحمل ورواداری کے کلچر کو فروغ دیا جائے۔اسوہ حسنہ کی پیروی ہی ہمارے تمام مسائل کا حل اور دین ودنیا کی فلاح کی یقینی ضمانت ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] الکافرون (109) : 6

[2] حسن عابدی، پاکستانی معاشرہ اور عدم رواداری، مشعل، لاہور، 1997ء، ص55

[3] الانعام (6) : 108

[4] ایضاً ص74

[5] مجتبیٰ موسوی، مغربی تمدن کی ایک جھلک، ترقی اردو بورڈ، دہلی، ص76

[6] اعجاز احمد فکر ال، ضرورت امن، ایشیا بک سینٹر، لاہور، ص32

[7] مجتبیٰ موسوی، مغربی تمدن کی ایک جھلک ص76

[8] مجتبیٰ موسوی، مغربی تمدن کی ایک جھلک ص77

[9] ماہنامہ دعوہ اسلام آباد، جنوری 1996ء

[10] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، 1992ء، ص238-239

نیز مصنف کی دوسری کتاب ملاحظہ ہو: عہد نبوی کے میدانِ جنگ، مطبوعہ کراچی، ص2

[11]القلم (68) : 4

[12]الأحزاب: 21

[13]الأحزاب: 45

[14]محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، دار ابن کثیر دمشق، 1410ھ، کتاب البیوع ، باب کراهیة السخب في السوق، حدیث: 2125، 2/17،

[15]ابوالکلام آزاد، رسول رحمت ﷺ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، س ن، ص439

[16]مصنف ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد، المحقق : محمد عوامة، دار القبلة، س ن، كِتاب الْفَضَائِلِ، حدیث32362، 16/ 445

[17]سوامی لکشمن پرشاد، عرب کا چاند، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، لاہور، ص394

[18]American Academy of Pediatrics (2009) Policy statement–media violence. Pediatrics, 124(5), 1495.1503

[19]S. Hossler , Mental and Psychological Effects of Children’s Cartoons (2004)

http://www2.bgsu.edu/departments/tcom/faculty/ha/tcom103fall2004/gp9/

[20]مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الفضائل، حديث: 32433، 16/498

[21]مسند أحمد، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل (المتوفى: 241ھ)، دار الحديث، القاهرة، ط:1، 1416ھ، صحيفة همام بن منبه، حديث: 8186، 8/234

[22]صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج، دار إحياء التراث العربي، بيروت، كتاب البر والصلة، حديث:2613، 4/2018

[23]صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، كِتَابُ الْأَيْمَانِ، بَابُ صُحْبَةِ الْمَمَالِيكِ، وَكَفَّارَةِ مَنْ لَطَمَ عَبْدَهُ، حديث: 1658، (3/ 1279)

[24]سنن أبي داود، أبو داود سليمان بن الأشعث (المتوفى: 275هـ)، المكتبة العصرية، بيروت، كتاب النكاح، باب في ضرب النساء، حديث: 2146، 245/2

[25]سنن الترمذي، محمد بن عيسى الترمذي، (المتوفى: 279هـ)، دار الغرب الإسلامي، بيروت، 1998م، أَبْوَابُ البِرِّ وَالصِّلَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الرِّفْقِ، حديث: 2013، 435/3

[26]المصنف، أبو بكر عبد الله بن محمد الكوفي، (المتوفى:235) هـ، دار الفكر، ما قالوا فِي البكاءِ مِن خشيةِ اللهِ، حديث: 36796، 313/8

[27]آل عمران (3) : 103

[28]الأنفال (8) : 46

[29]ابن حجر عسقلانی،الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ،داراحیاء،بیروت،1328ھ،465/3

[30]الأعراف (7) : 199

[31]المؤمنون (23) : 96

[32]محمد بن اسماعیل، صحیح البخاري، دار طوق النجاة، مصر، ط:1، 1422ھ، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، حدیث: 6114، 28/8